نذرِ خسرو

پہیلیاں کہہ مکرنیاں

شان الحق حقی

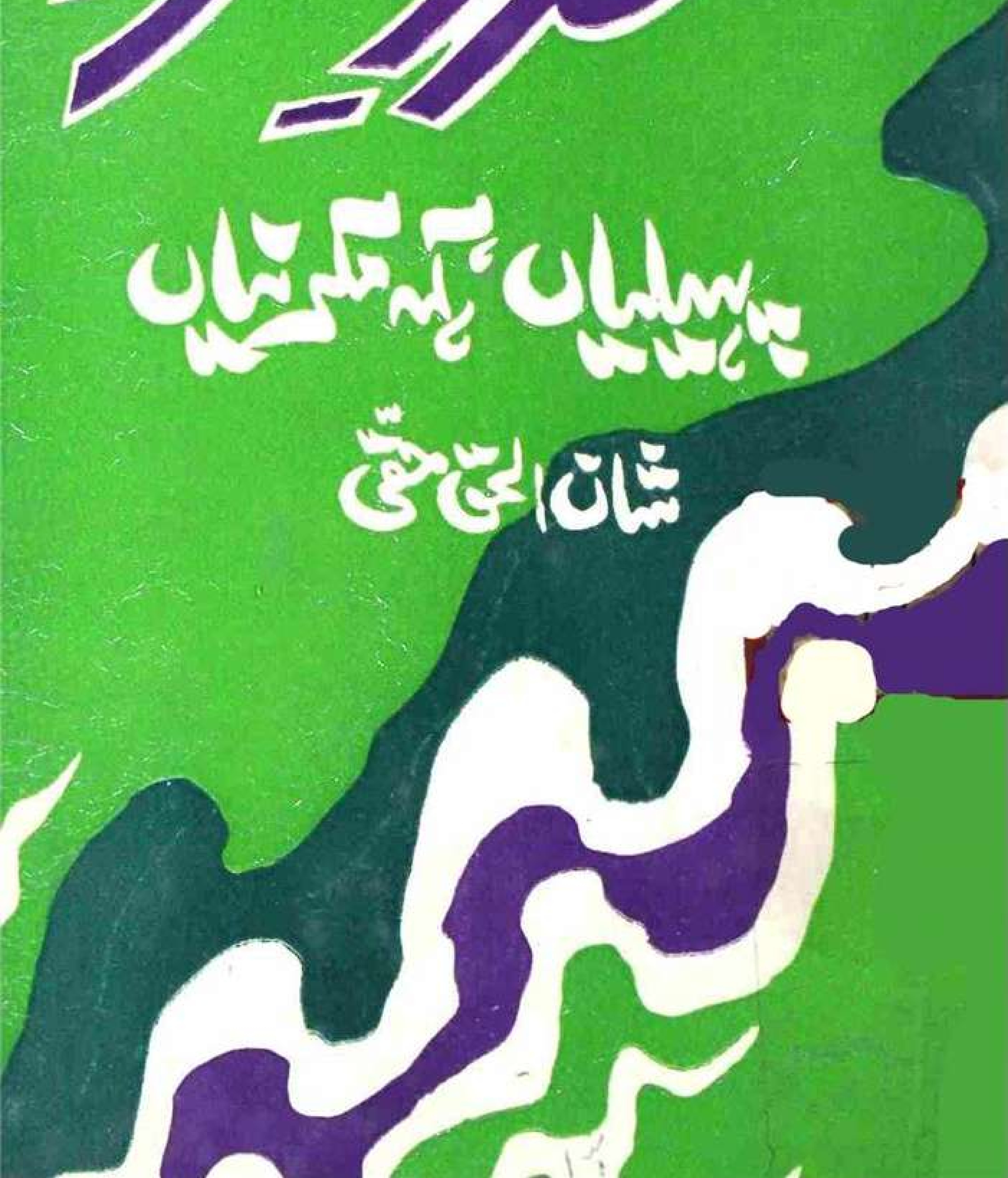

نذرِ خسرو

پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں

شان الحق حقی

سیمانت پرکاشن
دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

قیمت : تیس روپے -/۳۰
اشاعت : ۱۹۸۹ء
سرورق : فضیلت
مطبوعہ : لکشمی پریس، نئی دہلی-۲

ناشر : نریندر ناتھ سوز
سیمانت پرکاشن
۹۲۲، کوچہ روہیلا، تراہا بہرام
دریا گنج، نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۲

NAZRE KHUSRO
PAHELIYAN

SHAN-UL-HAQ 'HAQI'
Rs. 30.00

SEEMANT PRAKASHAN
922, KUCHA ROHELLA, TIRAHA BEHRAM,
DARYA GANJ, NEW DELHI-110002

فہرست

پیش لفظ ۷
عرضِ مصنف ۱۶
کہہ مکرنیاں ۲۴
پہیلیاں ۳۷
تشریحات ۸۷

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ
کے نام نامی سے معنون
جن کے اتباع کی میں نے جرأت کی ہے

اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم

یہ حضرت کی اِیجاد کردہ اَصناف کو جن سے دراصل اُردو شعر کی اِبتداء ہوئی۔ اس دور میں تازہ کرنے کی ارادت مندانہ کوشش ہے۔

—— شان الحق حقی

پیشِ لفظ

شانُ الحق حقی نے ایک طبع ایجاد پسند پائی ہے۔ جب تک ان کے موئے قلم سے کوئی نیا شگوفہ نہ کِھلے یا ایک ہی شاخِ گُل میں رنگ برنگے پھول اور پتیاں نہ کھلیں ان کے دل کی تسلّی نہیں ہوتی ہے۔ وہ منجمد ہو کر رہ جانے کے قائل نہیں، وہ کسی ایک رنگ پر قائم رہنے کے بھی قائل نہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ شاعر کی طبیعت میں جو بہاؤ ہوتا ہے، وہ اس کے منافی ہے کہ وہ کسی ایک جگہ پر رُک جائے، اسے مسلسل بڑھتے اور پھیلتے رہنا چاہیے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ان کے کلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انھوں نے شعر و ادب کے مختلف میدانوں میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر میدان میں کوئی نہ کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔ مگر غزل کے ان اظہارِ ذات کا وسیلۂ خاص ہے۔ اور اس صنفِ سخن کو انھوں نے خوب ہی برتا ہے۔ اس موضوع پر ہم روشنی

ڈالیں گے، لیکن اس سے پہلے یہ بتانا چاہیں گے کہ ادھر انھوں نے اپنی کچھ توجہ بچوں کے ادب کی طرف مبذول کی ہے۔ بچوں کی نظموں کا ایک مجموعہ "سہانے ترانے" کے نام سے شائع کرایا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب "نذرِ خسرو" ہے جو پیشِ نظر ہے اس میں خسرو کے انداز کی پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں ہیں۔

کہہ مکرنیوں اور پہیلیوں کے بارے میں کیا لکھوں اس کو معیار بنا کر شاعری کو کبھی پرکھا نہیں گیا ہے۔ وہ تو تمام تر لطف لینے اور بوجھنے کی شے ہے۔ کہہ مکرنی وہ ہے جو آدمی کو گدگداتی ہے، بعض اوقات لطیف پیرائے میں اس کے دبے ہوئے جنسی جذبے کو بے ضرر طور پر ذرا ابھار کر اس کے ذہن کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرف سے ہٹاتی ہے۔ اس قسم کی کہہ مکرنیاں سب سے پہلے خسرو نے ہندی میں لکھی تھیں۔ درمیانی عرصے میں اس صنفِ نازک پر کیا کچھ گزری، اس کا علم نہیں، اب جو حقّی کو اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھا تو یقین آیا کہ شاعری کی کوئی صنف کبھی فنا نہیں ہوتی۔ پھر یہ کہ ان کہہ مکرنیوں میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ خسرو کی کہہ مکرنیوں کے ساتھ پہلو مارتی ہیں اور چونکہ خسرو نقّاشِ اوّل تھے اس لیے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ انھیں کا جھنڈا بلند کیے ہوئے نظر آتی ہیں۔ یہی حال پہیلیوں کا بھی ہے۔ ایک سو ایک پہیلیاں انھوں نے ایسی نظم کی ہیں جو خاص طور پر اٹھتی عمر کے لوگوں کے لیے سرمایۂ لطف مہیا کرتی رہیں گی۔ ان کے مطالعے سے ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔

اب کچھ ان کی غزل گوئی کے بارے میں حقّی کی شاعری میں فکر کا عنصر شروع سے ملتا ہے۔ "تارِ پیراہن" ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ تھا۔ اب بیس بائیس سال کے بعد انھوں نے اپنی غزلوں کا ایک نیا مجموعہ "حرفِ دل رس" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس کے بھی دو حصے ہیں ایک وہی "حرف دل رس" جس کو ٹھیٹھ معنوں میں

عشقیہ کلام کا مجموعہ کہا جائے گا۔ ہرچند کہ غمِ دہر غمِ زمانۂ روزگار اور اس طرح کے جتنے بھی غم ہیں ان عشقیہ غزلوں سے جھانکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پھر بھی عمومی طور اس کو عشقیہ ہی ماننا پڑے گا:

یہ کس نے کیا یاد، کہاں جاتے ہو حقی
کچھ آج تو پڑتے ہیں قدم اور طرح کے

انداز ہیں موسم میں مرے رنگِ غزل کے
آتی ہے تری یاد پڑے بھیس بدل کے
ہاں دورِ زمانہ کوئی پیمانہ بدل کے
اب تک مرے پہلو میں وہی درد ہیں کل کے

یہ اشعار خود بول رہے ہیں کہ اس جزو میں حقی کی غزل کیسی ہو گی دوسرے جزو میں ایسی غزلیں ہیں جنھیں حقی نے نوائے ساز شکن کا نام دیا ہے۔ اس جزو کی غزلوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کچھ تمہید کی ضرورت ہو گی۔ لیکن اس سے پہلے حقی کی غزل گوئی کی چند عمومی خصوصیات آپ کے سامنے لانا چاہوں گا۔

حسرت کی طرح حقی کی بھی ایک طرفہ طبیعت ہے، حسرت تو خیر چکی کی مشقت کے ساتھ مشقِ سخن جاری رکھے رہے ایسی کسی چکی سے حقی کا پالا نہیں پڑا۔ مگر ایک چکی لغت سازی کی ان کے گلے میں ۱۸ سال تک پڑی رہی۔ لغت سازی ان کا خاندانی مشغلہ تھا۔ ان کے والد ماجد نے بھی کوئی لغت تیار کی تھی حقی اس سلسلے میں مولوی عبدالحق سے زبانی یا تحریری مقدمہ لڑ چکے ہیں۔ بہرحال اب وہ اس مشقت سے نکل آئے ہیں اور یہ شاعری کے حق میں ایک نیک فال ہے کیونکہ جو لغت سازی میں پھنسا اس سے شاعری کا دامن چھوٹا۔ بات یہ ہے کہ لغت میں لفظوں کے حقیقی معنی لکھے جاتے ہیں اور مجازی معنوں میں استعمال

ہوتے ہیں اور جن الفاظ میں یہ سمائی نہیں ہوتی ہے کہ مجازی معنوں میں استعمال کیا جاسکے ان سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ اس سے مستثنیٰ حروف جار، حروف عطف وغیرہ ہیں ورد فعل بھی اس زمرے میں آجاتے ہیں۔ ایک لفظ 'کھانا' ہزار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خیر چھوڑیے ان باتوں کو، حقّی بڑے حجّتی ہیں، اگر وہ الجھ گئے اس بحث میں تو میری گفتگو ان کی شاعری سے متعلق رہ جائے گی۔ بہرحال اس بات کو درمیان گفتگو لانے کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے جہاں لغت سازی میں بہت کچھ کھویا ہے، وہاں کچھ پایا بھی ہے۔ حقّی کے اشعار آسانی سے لغت میں بھی استعمال ہوسکتے ہیں۔ اگر کسی لفظ کی سَند لینی ہو کہ وہ اُردو میں استعمال ہوا ہے کہ نہیں تو اس کی سَند حقّی کے ہاں مل جائے گی اس میں دونوں طرح کے الفاظ ملیں گے۔ بعض ایسے جن کے بارے میں آپ ان سے الجھ جائیں گے کہ یہ لفظ یوں نہیں یوں ہے۔ عظم کی جمع اعاظم ہے نہ کہ اعظام، اور بعض ایسے کہ آپ اسے قبول کریں گے کہ ہاں بھائی یہ لفظ آپ نے خوب ہی استعمال کیا ہے:

؎ اقربان تجھ پہ ایک ہوا خواہ
غرض کیا اس سے امکا تھا کہ ٹھوکا

تو غرض یہ ہے کہ ان کی غزلوں میں کہیں کہیں ایک پرتو ان کی لغت سازی یا زمانۂ لغت سازی کا بھی ملتا ہے اور یہ سایہ اس قدر نیچے ان کے تحت الشعور میں اتر چکا ہے کہ نئے سے نئے الفاظ قافیوں میں کھینچ کر لاتا ہے۔ حقّی کے یہاں یہ سب لاشعوری طور سے ہوتا ہے۔ حقّی کی غزل گوئی کی ایک دوسری عمومی خصوصیت یہ ہے کہ اوّل تو وہ اپنی زمینوں میں غزل کہتے ہیں، پھر یہ کہ وہ حتی الوسع بنی بنائی ترکیبوں کی بیساکھیوں کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں، نئی سے نئی ترکیبیں وضع کرتے ہیں اور نسخۂ ترکیب میں بہت سی جدّتوں کو دخل دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ

مسلمہ اصول کے لازمی طور سے پابند نہیں ہوتے، لیکن ہر نسخۂ ترکیب کا وہ کوئی جواز ضرور رکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قلی قطب شاہ کی غزلوں میں گیتوں کا انداز ہے۔ حقی نے اس رنگِ غزل کو از سرِ نو دورِ حاضر کی ہندی میں زندہ کیا ہے اور ایسی ایسی گیت نما غزلیں اور غزل نما گیت کہے ہیں کہ ان کا جواب ہندوستان کے ان شعرا کی غزلوں میں بھی مشکل سے ملے گا جو ان دنوں ہندی شاعری کی روایت میں یہ غزلیں بہ زبان ہندوی کہہ رہے ہیں۔ اس طرح کی ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

سونی کالی رات ہے جی پر بھاری سی
آؤ تم سے بات کہیں اک پیاری سی
دامن پر ہیں گیت کے بکھرے بکھرے پھول
آئی کہاں سے رنگ کی یہ پچکاری سی

وجدانِ سخن کیا ہے اک رنگ کی پچکاری
ہو اس کا تقاضا کیا بس جس کو پیا چاہے

حقی کی غزلوں میں رنگ کی یہ پچکاری آپ کو چھوٹتی ہوئی ہر جگہ نظر آئے گی۔ میں نے ایک تصویر محمد شاہ رنگیلے کی دیکھی ہے، اس میں محل سرا کی بیگمات ان سے ہولی کھیل رہی ہیں۔ رنگوں کی یہ ہولی حقی کے یہاں بڑی شستہ ہے۔ جو رنگ ہے نفیس ہے اور ان رنگوں کے ساتھ گلال اور عنبر بھی ہے۔ ان کی ایسی غزلیں رنگوں کی ایک دھنش (دھنک) ہیں جس سے تیر ترچھے چلتے ہیں مگر نشانوں پر صحیح بیٹھتے ہیں:

سہیلی بوجھ اک یہ بھی پہیلی
چلا اک تیر ٹیڑھا اور نہ چوکا

اب "حرفِ دل رس" کے اس رنگِ تغزل کے بعد ذرا ان کے "نوائے سازشکن" کی سیر کیجیے جس کا تمہید کا مَیں نے وعدہ کیا تھا اس کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔

گزشتہ بیس سال سے ہمارے اس شہر کی شاعری کا چلن بگڑا نہیں بلکہ بدلا ہوا ہے۔ شعرا کا کہنا ہے اور ان میں اکثریت نوجوان شعرا کی ہے کہ اس شہر پر عفریت کا سایہ ہے۔ اسے پچھل پائیوں نے گھیرا ہے۔ اس میں بڑی چلت پھرت اور گہما گہمی ہے مگر سفر مفقود ہے۔ قدم اٹھاتے ہیں کہ آگے بڑھیں مگر پیچھے ہی کو سرک جاتے ہیں۔ گویا ایک چلتی سیڑھی ان کے پیر میں ایسی لگی ہے جو پیچھے ہی کو دوڑتی ہے۔ آئے دن عجب عجب واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ہر نوچندی جمعرات کو ایک جوان رعنا زرد بیل پر سوار ہاتھ میں ایک تیر لیے ایک غلام کے ہمراہ نمودار ہوتا ہے خلقت اسے دیکھتے ہی اژدہام کرتی ہے۔ جب مجمع اس کے چاروں طرف قیاس سے بھی زیادہ ہو لیتا ہے تو وہ نوجوان ایک صراحی کشادہ منہ کی اپنے شکاربند سے نکالتا ہے اس صراحی پر کچھ خط کوفی میں لکھا ہوتا ہے۔ وہ اسے غلام کے سر پر رکھ دیتا ہے۔ اور غلام رقص کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ اپنے اس تیر سے ایسا وار غلام کے سر پر کرتا ہے کہ اس کا سر تن سے جُدا ہو جاتا ہے اور وہ صراحی اس کی گردن سے چپک جاتی ہے۔ غلام اس حالت میں بھی رقص کرتا رہتا ہے۔ اس رقصِ بسمل کو دیکھ کر مجمع صدائے تحسین و آفریں بلند کرتا ہے۔ ایک شخص مجمع سے غالب کا یہ مصرع اٹھاتا ہے:

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

کہ یکایک ایک شور دوسری طرف سے سننے میں آتا ہے کہ یارو کیا بیہوشی ہے۔ یہ منظر بھی کوئی خوشی کا ہے۔ سنتے ہی سوار گریزپا ہوتا ہے۔ مجمع بے آمادگیٔ قتل اس کے پیچھے ہو لیتا ہے، ایک — اس سے بھی زیادہ رُوح فرسا منظر زبانہائے بریدہ کا دیکھنے میں آتا ہے۔ شیشے کے مرتبان صلیبوں کے بازوؤں سے جا بجا لٹکے ہوئے نظر آتے ہیں،

ان میں زبان ہائے بریدہ اس طرح تیرتی پھرتی ہیں جس طرح خوب صورت مچھلیاں پانی میں تیرتی ہوں۔ مگر اللہ کی شان دیکھیے کہ وہ زبانیں بولتی ہیں۔ آڑے ترچھے لفظوں میں حرفِ مدعا ادا کرتی ہیں! اس منظر کو دیکھنے کے لیے صبح سے شام تک مجمع لگا رہتا ہے، اسے اس زمانے کے شعرا مشاعرے کا نام دیے ہوئے ہیں۔ کل ایک مشاعرہ کا ایک شعر نظر سے گزرا، اس میں ایک دُوسرا ہی منظر پیش کیا گیا ہے۔ کسی پلازہ کے سامنے ایک مجمع یہ خبر سن کر کئی روز سے اس منظر کے اشتیاق میں کھڑا ہے کہ شہر کی میونسپلٹی نے اسے ناقص قرار دیا ہے۔ اور وہ گرایا جانے والا ہے۔ آخر اس میں کیا لطف۔ کیا یہ عید کا نظارہ ہے جو یہ مجمع کھڑا ہے۔ مگر وہ یہی کہے جاتے ہیں :

عید نظارہ ہے اس کاخ کا ویراں ہونا
عجب یہ عالم سحرِ زدگی ہے

زرد پتّوں کی بہار سے مسحور ہوتے ہیں اور جب کوئی تیرِ ستم خطا ہو جاتا ہے تو اسے آپ اٹھا لیتے ہیں۔ الٰہی یہ کیا شاعری ہے کیا شاعری واقعتہً ایک بیماری ہے اور اگر بیماری ہے، کہ جدید نفسیات تو اس کے بارے میں یہی کہتی ہے تو پھر غالب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے :

چشمۂ آب حیا تم تنا نا ہا یا ہو

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جنابِ خضر ہم کو چشمۂ حیواں پر چھوڑ کر خود چل بسے ہوں۔ اور اب ہم کسی کی تلاش میں ہوں۔ بہر حال حقیقت حال کچھ بھی ہو اس عالم سحر زدگی سے متاثر ہو کر حقی نے بھی چند اشارے کیے ہیں :

کبھی ملتے ہیں تہہِ تیغ تڑپتے ہوئے بول
کبھی دیکھی ہیں صلیبوں پہ چڑھی آوازیں
کہیں دامن میں لگی آگ کہیں دل سلگے
ساز کے لب پہ تھیں وہ سوز بھری آوازیں

اور پھر اس غزل کا شعر ملاحظہ کیجیے :

گونج اٹھیں تو سرِ بزم قیامت کر دیں
یہ گلوگیر شکنجوں میں کسی آوازیں

اور پھر ویسے ہی چند اور اشعار ملاحظہ ہوں :

اک گُل ہوا پھر دفن چمن زار کے نیچے
چھوٹی سی خبر صفحۂ اخبار کے نیچے
چونک اٹھیں نہ بے حشر ہی اے قصرِ جلالت
لاشے جو دبے ہیں تری دیوار کے نیچے
وہ جس نے بنائیں یہ زیارت خوش آثار
ہے دفن کسی قطعہ ہموار کے نیچے
ہم اہلِ وفا اُٹھ نہ سکے کوئے بتاں سے
بیٹھے رہے گرتی ہوئی دیوار کے نیچے

اس طرح کے بہت سے اشعار حقی کی شاعری میں نظر آتے ہیں اور یہ رنگِ تغزّل

اس دَور کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے۔ حقّی کے یہاں جو ایک چلبلا پن ہے وہ ان کو طنز و مزاح کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ خواجہ میر درد نے کہا تھا:

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

حقّی نے ایک نیا ہی مضمون وضو کے پانی کا باندھا ہے:

بہت ہوتا ہے مے خواروں پہ برہم
پلاؤ شیخ کو پانی وضو کا!

اس لطفِ زباں کے ساتھ آپ حقّی کی پہیلیوں اور کہہ مکرنیوں کی طرف متوجہ ہوں۔ دیکھیے کیا کچھ سامانِ تلطف حقّی نے اس نمکدان شاعری میں مہیا کیا ہے۔

——— مُمتاز حُسین

عرضِ مُصنّف

کہہ مکرنی خاص ہماری زبان کی ایک صنف ہے، جس کا جواب میرے علم کی حد تک کسی اور زبان میں موجود نہیں۔ اس کی ایجاد کا سہرا حضرت امیر خسرو کے سر ہے۔ افسوس کہ حضرت کا ہندی کلام جس کا ذکر خود انھوں نے اپنے فارسی دیوان —— ”غرۃ الکمال“ کے دیباچہ میں فرمایا ہے . . . دستبردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا اور معلوم نہیں کہ اس میں کیا کیا جواہر تھے جو ضائع ہو گئے، لیکن جو چند تبرکات روایۃً ان سے منسوب چلے آرہے ہیں ان سے ان کی طبّاعی اور لطافتِ طبع ظاہر ہے۔ یہ تخلیق کی ایک نئی روش تھی جو انہی کے ساتھ مخصوص رہی۔ حضرت کی کہہ مکرنیوں اور پہیلیوں کو سب ہی سراہتے ہیں —— اور آج بھی یہ پُرلطف معلوم ہوتی ہیں —— لیکن تعجب ہے کہ یہ اصناف جن کی طرح انھوں نے ڈالی تھی، انہی پر

ختم ہو گئیں روایت آگے نہ چل سکی۔ ویسے ہمارے شعراء نے رسمی اصناف اور موضوعات سے ہٹ کر بھی بہت کچھ کہا جو تفریحات و فکاہات کی ذیل میں آتا ہے۔ یہ اصناف اپنی نوعیت اور مضامین کے لحاظ سے ہماری عوامی زندگی سے بہت قریب تھیں، شاید اسی لئے خواص نے ان پر توجہ نہیں کی۔

راقم الحروف نے بہت ڈرتے ڈرتے اس میدان میں قدم رکھا ہے کہ یہ جرأت (خاکم بدہن) صرف منہ چڑانا بن کر نہ رہ جائے۔ ایک طرف قدیم نمونوں سے رشتہ جوڑنا اور رنگ سے رنگ ملانا ضروری تھا، دوسری طرف کچھ جدید فضا بھی در آئی ہے۔ بعض کہہ مکرنیاں جناب جمیل جالبی کی فرمائش پر کہی گئی ہیں اور میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے جدید موضوعات پر طبع آزمائی کی ترغیب دی۔ چنانچہ کہہ مکرنیاں خاصی اَپ ٹو ڈیٹ ہو گئیں۔

حضرت امیر خسرو کے بعد پہیلیاں بھی کم لکھی گئیں خصوصاً ایسی جو ان کے قائم کئے ہوئے معیارِ لطافت کو پہنچتی ہوں۔ ہمارے شعراء نے تو ان پر کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ جن ادیبوں نے بچوں کے لئے لکھا۔ انہوں نے بھی اس صنف کو نہیں چھیڑا۔ عام طور پر جو پہیلیاں بچوں کے رسائل یا اخبارات میں کبھی کبھی نظر آتی ہیں بے تکی

سی ہوتی ہیں اور لطافت سے خالی۔ افسوس تو یہ ہے کہ قدیم پہیلیاں بھی صحت کے ساتھ نقل نہیں کی جاتیں۔ مثلاً یہ پہیلی جو حضرت امیر خسرو کی بابت کئی کتابوں میں غلط نقل ہوئی ہے، میں نے بچپن میں اس طرح سنی تھی۔

بالا ہو تو سب کو بھائے   اور بڑھے تو کام نہ آئے
لے دیا میں نے اسکا ناؤں   بوجھے تو بوجھ نہیں چھوڑ دے گاؤں

یہاں "بالا ہو" (کمسن ہو یا روشن کیا گیا ہو) کی ذو معنویت نے عجیب لطف پیدا کیا ہے۔ اسی طرح بڑھے دو معنی میں آیا ہے چراغ بجھانے کو چراغ بڑھانا کہتے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں دیے کا نام کس خوبصورتی سے لیا گیا ہے کہ "لے دیا میں نے اس کا ناؤں"۔ ان مصرعوں میں تصرف کر دیا جائے تو ساری لطافت زائل ہو جاتی ہے اور اشارات بھی گم ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے بعض نقل کرنے والوں نے ان نکتوں کو سمجھا ہی نہیں۔ ورنہ "بڑھے" کی جگہ "بڑا ہو" کبھی نہ لکھتے کہ بات بے معنی ہو جاتی ہے۔

اردو میں معمّیات کا فقدان ہے۔ جیسے کہ فارسی میں جامی وغیرہ سے منسوب ہیں لیکن فارسی معمّیات میں وہ سادگی اور لطافت نہیں ملتی جو حضرت امیر خسرو کی پہیلیوں میں ہے۔ فارسی معمّے ضرورت

سے زیادہ پراسرار بنا دیئے گئے ہیں جیسے "خفیہ کوڈ" جو محض ذہن کو بھٹکانے کے لئے ہوتا ہے۔ نیم کی پہیلی جو حضرت امیر خسرو سے منسوب ہے، اس طرح کے لطیف معمے شاذ ہی کہیں ملیں گے:

ترور سے اک تریا اتری اس نے بہت رجھایا
باپ کا اس کے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا
آدھا نام پتا پر پیارا اپنا نام نبولی
امیر خسرو یوں کہیں کہ بوجھ پہیلی موری

میرا خیال تھا کہ نیم پر اب کوئی اور پہیلی کیا کہی جا سکے گی، لیکن تھوڑی سی کاوش سے تین پہیلیاں ہوگئیں جو گویا انہی کا فیضان ہے۔ یہ تو ناظرین ہی بتا سکیں گے کہ بات بنی کہ نہ بنی یہی بات آئینہ کی پہیلی کی بابت بھی کہی جا سکتی ہے جو حضرت کی حسب ذیل پہیلی کے اتباع میں کہی گئی ہے۔

ترکی بولی پائی نا   فارسی بولی آئی نا
ہندی بولے عارسی آئے   منہ دیکھے جو اسے بتائے

اسی طرح قینچی کی بابت جو پہیلی ہم تک پہنچی یوں ہے۔

اندر چلمن باہر چلمن بیچ کلیجا دھڑکے
امیر خسرو یوں کہیں وہ دو دو انگل سرکے

ان مشترکہ موضوعات پر قدیم پہیلیوں کو یہاں اس لئے نقل کیا کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں پہیلی کا انداز اور روایت تازہ ہو جائے جس سے شاید آگے آنے والی پہیلیوں کے بوجھنے میں مدد ملے گی۔

یہاں بے ساختہ خیال اس بے سروپا الزام کی طرف جاتا ہے جو بعض لوگ اُردو پر لگاتے ہیں اور حال ہی میں بڑے زور و شور سے سُننے میں آیا، کہ اردو "دربار کی زبان" ہے۔ اس سے پہلے "رنڈیوں کی زبان" بھی سنا گیا۔ زبان تو سب کی زبان ہوتی ہے۔ خصوصاً اردو جیسی وسیع علاقوں میں چلتی ہوئی بولی جو صرف کتابی زبان نہیں ہے لیکن کونسی۔ بڑی زبان ایسی ہے جو دربار کی زبان نہیں رہی۔ اردو کو تو دربار سے اتنا زیادہ تعلق بھی نہیں رہا اس کی افتاد ہی عوامی تھی۔ یہ تو پراکرت تھی جسے پنڈت لوگ بگڑی بولی (اپ بھرنش) کہتے تھے۔ پھر دیکھئے اس نے کیسی شائستہ صورت نکالی۔ اس کی تمام تاریخ ترقی اور مسلسل ارتقاء کی تاریخ ہے رفتہ رفتہ اس نے اتنی صلاحیتیں پیدا کرلیں کہ دنیا کی کوئی زبان اس کے وسائل اور اسالیب سے لگا نہیں کھا سکتی۔ اس کی صوتیات دوسری زبانوں سے زیادہ وسیع، ہندی فارسی، عربی، انگریزی سب پر محیط ہیں۔ اِدھر سے بھی لفظ لے سکتی ہے اُدھر سے بھی اور بے شمار نئی ترکیبیں وضع کر چکی ہے۔

اس کی نحوی ترکیب ایسی ہے کہ ہر لفظ اپنا سکتی ہے تصرف کی ضرورت نہیں ہوتی اور پھر اس نے اپنے بل پر اتنا ادب متنوع جدید و قدیم موضوعات پر پیدا کر لیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہ محض اس کے پرستاروں کی نذر اخلاص ہے کیونکہ سرکاری سرپرستی سے محروم تھی۔ ہمارا وہ مختصر مگر با اثر انگریزیت زدہ طبقہ جو اردو کے نفاذ میں سدّ راہ بنا ہوا ہے، اس کی استعداد صلاحیتوں اور علمی ذخائر سے محض ناواقف ہے جو اگر انگریزی کے مقابلے میں کمتر ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن اتنے ہیٹے بھی نہیں جتنے کہ ان حلقوں میں خیال کیے جاتے ہیں۔

پاکستان زبان کے معاملے میں نہایت خوش قسمت واقع ہوا ہے کہ یہاں کی بہت پیاری مقامی بولیوں کے دوش بدوش جن کے دامن میں بڑا وقیع ادب بھی ہے، ایک ایسی بولی بھی عملی طور پر رائج اور مقبول ہے جو کسی ایک علاقہ سے تعلق نہیں رکھتی کہ اس کا عمومی نفاذ موجب شکایت و تعرض ہوتا اور مقامی زبانوں کی ہمرشتہ اور ان سے بہت قریب بھی ہے۔ کثیر لغات و محاورات اور امثال مشترک یا مماثل ہیں۔ آئندہ یہ اشتراک اور بڑھے گا۔ جملے کی ترکیب سب زبانوں میں ایک طرح کی ہے کہ لفظ کی جگہ لفظ رکھ دیجئے

انگریزی کی طرح مبتدا اور خبر جگہ سے بے جگہ نہیں ہونے پاتے اور ترکیب الٹنے نہیں پاتی۔ اردو ہی اتنی مدت سے رابطے کا کام انجام دے رہی ہے۔ اس کا یہ منصب انگریزی کبھی بھی اختیار نہیں کر سکے گی۔ گاؤں گاؤں انگلش اسکول نہیں کھولے جا سکیں گے۔ انگریزی کو دوامی طور پر نافذ رکھنے کا خواب وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جو ملکی آبادی کو دائماً ناخواندہ رکھنا چاہتے ہوں۔ انہوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی یا زعم اور صاحبیت کی بنا پر اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم سے بے بہرہ رکھا اور اب ان کے مستقبل کی خاطر ساری قوم کو پسماندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں آڑ مقامی لوگوں کو بنایا جاتا ہے جنہوں نے اردو کو اتنی اچھی طرح اپنا لیا ہے کہ اہل زبان ان پر رشک کریں۔

یہ ایک طویل جملۂ معترضہ تھا جو بے اختیار قلم سے نکلا۔

اس کتاب میں کچھ اور اشعار بھی نظر آئیں گے جو میری غزلیات کا ایک سرسری سا انتخاب ہے اور اس میں صرف مطلعے شامل کئے گئے ہیں۔ ورنہ سو اشعار کی متعینہ تعداد تک اختصار بہت مشکل تھا۔ یہ اضافہ اس لئے روا رکھا گیا کہ ”نذرِ خسرو“ بہت ہلکی نہ معلوم ہو۔ بقول داغ (بہ اندک تصرف):

سامنے ممدوح کے جو تھا میسر رکھ دیا۔

میں اپنے عزیز اور لئیق دوست ڈاکٹر وفا راشدی کا ممنون ہوں جن کی توجہ کے بغیر یہ اوراق طباعت کے لئے تیار نہ ہوتے۔ ان کا خلوص، ان کے ادبی ذوق اور تحقیقی لگن پر مستزاد اور میرے لئے باعثِ افتخار ہے۔

شان الحق حقی

۷،۱ اے خیابانِ تنظیم
ڈیفنس سوسائٹی۔ کراچی ۶

کہہ مکرنیاں

جن کی بوجھ ان کے اندر ہی آخری مصرع میں موجود ہوتی ہے۔ ایک شوخ سہیلی اپنی ہمجولی سے ذومعنی بات کہتی ہے جو ساجن پر بھی چسپاں ہوتی ہے، اور کسی اور چیز پر بھی۔

چوڑا چکلا سرخ سفید
چھاتی میں ہے جس کا بھید
پا نہ[1] سکوں تو ہٹ کے جان
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی پان

*

بانکی چھب پر جی للچائے
منہ کھولے تو رس ٹپکائے

رام کے سنگ لوں اس کا نام
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی آم

---

[1] "پانہ سکوں" میں پان، اور رام میں آم شامل ہے۔

آتا دیکھ کے تھامے ڈنڈے
ساتھ لئے دو دو مسٹنڈے
پردہ چھوڑیں اُوٹ میں ہولی
اے سکھی ساجن ؟ نا سکھی ڈولی

*

سَونپ کے اس کو اپنا آپا
ہول اُٹھے ہیں من میں کیا کیا
ڈِھلمِل ڈَگمگ اُس کے بھاؤ
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ناؤ

نا۔ بھاؤ = انداز

دونوں ہاتھ سے سر کو گھیرے
نینوں سے وہ نین ملاوے
کان چھوئے اور چومے مستک
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی عینک

*

آئے کم ترسائے زیادہ
منہ دکھلایا، یہ جا وہ جا
ہو گا کون، بھگوڑا ایسا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی پیسا

مستک : ماتھا

پھروں مجھ کو گود بٹھائے
چھوڑ چلوں تو بَل بھر لائے
سب وہ بُھلا دے چکّی چولھا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی جُھولا

*

جب وہ ملاوے نین سے نین
تب سُدھ پاؤں آوے چین
ناک کان سب اُس کے بَندھک
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی عینک

---

(۱) خالی جھولے کی رسّی میں بل پڑ جاتے ہیں۔ (۲) مسکنا تھا۔

نا وہ چلاّئے نا گائے
جانے کیوں رہوے منہ بائے[1]
گھر کے دو اِک کام دے نمٹا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی چِمٹا

*

موج میں اپنی جھومے گائے
پیر پہ آکر لوٹ لگائے
بپھرے تو میں بھاگوں ڈر کر
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ساگر

---

[1] منہ کھولے

ٹٹو دوڑاتا جب آئے
مجھ کو ساتھ بٹھالے جائے
جھٹکے دے پر بندھن لپکا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی یکّا

ہر دم آگا پیچھا گھیرے
گلے گلے ہوں بس میں اُس کے
گُھٹنوں گُھٹنوں آئے سُترا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی کرتا

[1] یہ ایک گھوڑے کی اونچی سی، ڈگمگ کرتی اور جھٹکے کھاتی سواری اب ناپید ہو گئی ہے۔ [2] گلے گلے: پوری طرح، [3] سُترا: چالاک آدمی۔

اُوٹ میں بھی یہ ساتھ پدھارے[1]
جب دیکھو تب ہاتھ پسارے
پانی پیوے بھر بھر پوٹا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی لوٹا

*

پہروں ڈال رکھے گل بیّاں
جیسے یہ ہی میرا سیّاں
جب دیکھو چھاتی پہ سوار
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ہار

---

[1] پدھارے: بیٹھے [2] گل بیّاں: گلے میں باہنیں۔ سیاں: شوہر

اُس کے سنگ چلوں میں تن کر
چھب دکھلاؤں سہاگن بن کر
ہاتھ دھرا نت[1] ساجے سر پر
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی جھومر

*

انگلی پکڑے پہنچا جکڑے
پہنچا چھوڑ گلے تک پہنچے
کھینچے کان۔ جو نکلوں سج کر
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی زیور

---

[1] نت: ہمیشہ۔ ساجے: سجے۔ جھومر کی تشبیہ ہاتھ کے ساتھ [2] پہنچا چھوڑ: پہنچے کے علاوہ

آپ ہی آپ لپٹتا جائے
پچھلی باتیں رٹتا جائے
جو بولوں سو لوٹ دے نٹ کھٹ[1]
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی کیسٹ[2]

* * *

پہروں بیٹھا سبھا سجائے
سانگ بھرے اور کتھا سنائے
تاکنے آئے پڑوس کی بیوی
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ٹی وی

---

[1] نٹ کھٹ: شریر۔

[2] Cassette

ہاتھ سے جب چھیڑا تھرّائی
پَیر سے جب دابا غُرّائی
ناپے سڑکیں اور بازار
کیا بھئی ناری؟ نا بھئی کار[۱]

*

چال دھمکتی پاؤں میں چکر[۲]
بھاگے بھاری بوجھ اُٹھا کر
کتنوں ہی سے رکھے میل[۳]
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ریل

---

[۱] موٹر کار [۲] پاؤں میں چکر ہونا۔ بہت زیادہ چلنا۔ نیز پہیے کی طرف کنایہ [۳] میل میں بھی کنایہ۔ [۴] ان کہہ مکرنیوں میں ساجن کو ترک کر دیا ہے جس پر ہر تعریف چُست کی جاتی تھی۔ اے سکھی ساجن کی تکرار اکتاہٹ پیدا کرنے لگتی ہے۔

آپ ہی میں نے سر پہ چڑھایا
کانپ[۱] رہی تھی جب لپٹایا
دُور سے آیا میرے دیس
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی کھیس

⁂

نیچے سے اُوپر لے جائے
یونہی بیری موہے تھکائے
سانس چڑھے اور پھُولے سینہ
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی زینہ

---

[۱] سردی کے مارے

روز صبح کی یہی کہانی
مانگے دودھ اور تتّا پانی
چاہے مٹے پر نیند اُڑ جائے
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی چائے

* * *

اُس کے پاس میں دوڑی آؤں
باہیں ڈال لٹک بھی جاؤں
رات کو چپٹکوں پاس، اُف نا بھئی
اے سکھی ساجن، نا سکھی امرتی

پہیلیاں

بوجھ کے لئے دیکھئے تشریحات

(۱)

سیکھنے والا بولتا جائے
سکھانے والا چُپ
اُس سے میرا دھیان لڑا ہے
شور نہ کرنا — چپ!

اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۲)

جس نے رکھ دیا سر پر ہاتھ
چپکی چل دی اُس کے ساتھ
گھومے بن کر پیر کی چیلی
اور پھر بھی کہلائے اکیلی

اتا پتہ، برتنے کی چیز، اکثر گھر کے باہر۔

(۳)

صورت دیکھی یا نہیں دیکھی
مُورت دیکھی بھالی
دو ڈھالیں اور دو تلواریں
بیچ میں اٹکی ایک دو نالی

اتا پتہ: حیوانوں میں۔

(۴)

وہ کوئی دریا نہ سمندر
پھر بھی لہریں سر سے اوپر
اکثر الٹی دیکھی ناؤ
بوجھ بتاؤ۔ سر نہ کھجاؤ

اتا پتہ: سب کے پاس

(۵)

روز ہی جھوٹی کھلائے
اور ہرگز جھوٹ نہ بولے
اس میں ایک پلیٹ ہے یارو
کوئی تو بات کو کھولے

اتا پتہ: برتنے میں۔

(۶)

کتنوں ہی کی گردن مار
رکھ دیا لاکر بیچ بازار
کرتے ہو کیا روپ سنگھار
بوجھو نہیں تو مانو ہار

اتا پتہ: پہننے کی چیز۔ پہیلی میں نام موجود ہے۔

(۷)

قد میں اونچا گھیر میں پورا
اور پھر بھی کہلائے ادھورا
اتنی بات تو میں نے کھولی
بھول گئے کیا اپنی بولی؟

اتا پتہ: نباتات میں ہے۔

(۸)

وہ تو پھر پھیلے بہت
گر کچھ توقف میں کروں
ہے روز کی گھس گھس یہی
جل وہ اٹھے اف میں کروں

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز

(۹)

اک ہتھیار اور دو ہتیارے
یہ کہے آرے وہ کہے جارے

(اتا پتہ: کاریگروں کے کام کی چیز۔
(ہتیارے: قاتل)

(۱۰)

چپکے چپکے سب کو گھورے
عیب گنا دے سب کے پورے
جس تس سے روز آنکھ لڑائے
شرم تو اس کو آئی نہ آئے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔ نام موجود۔

(۱۱)

جھبرے ننھے بھولے
سر ہی مُونڈ دے۔ جو لے
سر منڈواتے ہی اولے

اتا پتہ: پھلوں میں۔

(۱۳)

پہلے کیا فرق تھا ہم میں کیا فصل
آپ کچھ اور گئے بن در اصل

اتا پتہ ۔ حیوانوں میں پہیلی میں نام موجود۔

(۱۳)

کب رہتا ہے کھال میں اپنی
وہ بانکا البیلا
گیل میں رکھے ڈھیروں ساتھی
پکڑا جائے اکیلا

(اتا پتہ : پھلوں میں ۔ نام موجود ۔

(۱۴)

اک ڈالی میں ایک ہی پھل
جو نا کڑوا نا کھٹا
جو کھالے سو کھیت رہے
ہو کیسا ہی ہٹا کٹا

اتا پتہ ۔ عام استعمال کی چیز ۔ کھیت رہے = مر جائے

(۱۵)

ایک ہی کف میں دو شمشیریں
دیکھئے کیا کیا کاٹیں چیریں

آتا پتہ۔ عام استعمال کی چیز

(۱۶)

وہ تو میرا پہنچا پکڑے
اب میں کروں کیا پردہ پوشی
آدھی رات کو چلتے چلتے
جوڑے ہاتھ کرے سرگوشی

آتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۱۷)

پکڑے اس کا ایک ہی کان
اس کے لب چُومیں انسان

(اتا پتہ : عام استعمال کی چیز۔

(۱۸)

اُس تک یا اس پاس جو آئے
اُس پر جادو سا چل جائے
بے بس گُم سُم کان دبائے
سر ٹیکے بے سُدھ ہو جائے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔ پہیلی میں نام موجود۔

(۱۹)

رحمت تجھ پر شوق کے پورے
وہ چت لیٹے اور تو گھورے

آتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۲۰)

کھیر کھلائے بڑی اور منجھلی
منہ موڑے چھوٹی اور سنجھلی

آتا پتہ: سب کے پاس۔

(۲۱)

اک مینا اور نو دس پیوٹ
مینا کی بھی تہہ میں تلچھٹ
کس کو کھلے گا ان کا پینا
ان کو ہے آخر کے دن جینا

اتا پتہ : آرائش کی چیز۔

(۲۲)

لنگڑا اُچھلے فرش پہ ٹاپے
چھوڑتا جائے پاؤں کے چھاپے
دَم دَم جا کے پیوے پانی
ہو گئی پیر یہ بات پرانی

اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۲۳)

وہ رکھوالی کرنے والا
اُس کی نار بکایں رکھوالا

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۲۴)

پہلے تو سر پر چڑھ آیا
لمبی سی بارات لے آیا
اور پھر یہ اندھیر مچایا
پہلی رات کو منہ نہ دکھایا

اتا پتہ: مظاہر فطرت میں ہے۔

(۲۵)

اُڑتی ہے یونہی بے پر کی
کبھی اِدھر کی کبھی اُدھر کی
اس سے ہی تو ناک میں دم
کھانے کو بھی شہر میں کم

اتا پتہ : مظاہر قدرت میں ہے ۔

(۲۶)

ایک ہی روپ اور ایک ہی گات
جب دیکھو تب دونوں ساتھ
تھیں تو دونوں ایک سی تب بھی
غور کیا تو ایک تھی کبھی

اتا پتہ : عام استعمال کی چیز

(۲۷)

اک پھندے میں نو دس پنچھی
لٹکی ڈور گلے میں ڈھیلی
ہاں ہاں اس میں ہے اِک چکّر
بوجھو مت رہ جاؤ اٹک کر

اتا پتہ: ذاتی آرائش کی چیز۔

(۲۸)

دیکھی اک بنگال میں ندّی
بل کھاتی لمبی لہکاری
لہریں اس کی آئیں کمر تک
اور گھٹیں تو کان اور سر تک

اتا پتہ: زیادہ تر عورتوں کے پاس۔

(۲۹)

فرغل اوڑھے تپ کی ماری
کانپتی، کپ کپ، آئی بچاری

اتا پتہ: اِستعمال کی چیز۔

(۳۰)

گھر گھر گھومے اِک مغلانی
سب کے کاج بنائے
سُوئی تو آپ پرو نہیں سکتی
پر پھُرتی دکھلائے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔ مغلانی: کپڑے سینے والی آزاد پیشہ عورت۔

(۳۱)

ہو گیا وہ تو ختم گھُل گھُل کر
پر گیا تو کسی کا روپ نکھر کر
رہ گیا، تھا جو فی المثل پتھر
اُس کے ہاتھوں میں موم سا بن کر

اتا پتہ: عام استعمال میں، پہیلی میں نام چھپا ہے۔

(۳۲)

چلے گی اگر وہ تو انگلی پکڑ کر
چھڑا لو جو انگلی تو رہ جائے اَڑ کر
سہارے بِنا اس کو دُوبھر ہے چلنا
مگر چال ایسی کہ بچنا سنبھلنا

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز

(۴۳)

دم میں پورب دم میں پچھم
دم میں اوپر دم میں نیچے
مجھ کو اس کی یاد آئی ہے
جیسے کوئی کلیجا کھینچے

داتا پتہ: تفریح کی چیز۔

(۴۴)

گرچہ مجنوں کی طرح ہے ہاڑ پہ پھبتی کسیے
لاغری مانع رفتار نہیں مت ہنسیے
ہاتھ جکڑو تو رواں پیر پکڑلو تو دواں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر کہاں

اتا پتہ: گھر سے باہر استعمال کی چیز

(۳۵)

چال چلن کی ایسی نیک
رکھتی ہے بس ساجن ایک
ساجن اس کا پہرے دار
وہ نر اور یہ اس کی نار

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۳۶)

جنگل میں ناگن لہرائے
ڈستی نہیں سمُوچا کھائے
چلتے چلتے جب بھی ٹھہرے
کچھ کو اُگلے کچھ کو نگلے

اتا پتہ: آدمی کی بنائی چلنے والی چیز۔

(۳۷)

اُنگل بھر کا اِک ہتھیار
تیغ سے بڑھ کر جس کی مار
پکڑو نہیں تو آئے عار
پکڑو تو یاروں کا یار

اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۳۸)

جتنے بھی دعوت میں آئے
سب کے سب ہی پیٹ بھرے تھے
سبزی قیمہ آلو ٹھُونسے
لو اِک نام آساں سا مُنہ سے

اتا پتہ: کھانے میں ہے۔

(۳۹)

دق ہوئے بن کیا کام پر لگے
بوجھ بتاؤ کبھی نام پہ لگے

اتا پتہ: باورچی خانے میں۔

(۴۰)

وہ دُبلا سا پتلا سا بالشت بھر کا
جھکائے ہوئے سر کو چپکے سے سرکا
اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۴۱)

اک پُھر سے اُڑے اک کھَق سے اڑے
اِک بولے اِک منہ بند رکھے
اِک نام کے یہ ہوتے ہیں دو
کیا نام ہے ان کا گیان کرو

اتا پتہ: پہیلی میں نام موجود ہے۔

(۴۲)

ہے ہے کیوں توڑا اب جوڑو
آؤ نَپُوتو ، آؤ نِگوڑو !
ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ کے رکھ دو
دھیان کرو کبھی پھوڑ کے رکھ دو

اتا پتہ: گھریلو آرائش کی چیز۔

۴۳

کیوں کہوں اُس کو اَدھورا میں
بول نہ بولوں کڑوا میں
اور تو کچھ نہیں کہتا میں
اُلٹا وہ ہے سیدھا میں

اتا پتہ: نباتات میں۔

(۴۴)

داب کے رکھے اس کو جو لے
کان مروڑے بِن نہیں کھولے۔

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۴۵)

مرے ہاتھوں میں دونوں ہاتھ اُس کے
مرے پیروں میں دونوں پیر جوڑے
یہ صورت ہو تو پھر کیونکر پڑے کل
مجھے تو کل نہیں، ہو گی اُسے کل

اتا پتہ: پہیلی میں نام کا اشارہ موجود ہے۔

(۴۶)

ایک ہی ماں کی گھر بھر بیٹیاں
ایک ہی سیدھ میں چپ چپ لیٹیاں
باہر نکلیں ایک اک کر کے
منہ سے نہ بولیں کھیلیں[1] سر سے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز ہے!

---

[1] جھومنا

(۴۷)

وہ اِک سبز چھتری وہ اونچی مچان
وہ عورت کے پہلو میں اک پہلوان

اتا پتہ: بناتات میں ہے پیڑ اور پھل۔

(۴۸)

آنکھ اٹھاؤ دیکھو اوپر
اک پنچھی کے تین ہیں شہپر

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز

(۴۹)

لٹکے لاکھ ہوں سر پر آرے
چین سے سوجا پاؤں پسارے

اتا پتہ: بناتات میں۔

(۵۰)

یہ پھل ہے صبر کا کہ ہیں زخم اندِمال پر
نیرنگِ آسماں سے ہیں اور رنگ الٹ پلٹ

اتا پتہ: پھلوں میں ہے۔ نام کا اشارہ موجود۔

(۵۱)

گیا پانی پہ جب اک جال بھر چھا
نکل پانی سے آیا شیر تیر چھا

اتا پتہ: پھلوں میں ہے۔

(۵۲)

کہا اِس کو بھی ساہی دال والو
نیا اک نام دو، بولے کہ کس کو

اتا پتہ: پھلوں میں ہے۔

(٥٣)

چکلے سے چلی تو چوڑے تال میں ڈوبی جا کے شفتل
اتے پتے کو گول کرو، لو سیدھا نام مکمل

آتا پتہ: کھانے میں ہے پہیلی میں نام کا اشارہ موجود ہے۔

(٥٤)

ناڑا کھول کے اندر جھانکوں
پھر میں چاہے زہر ہی پھانکوں

آتا پتہ: استعمال کی چیز۔ جو بعض لوگ اب بھی ساتھ رکھتے ہیں۔

(۵۵)

بیٹھو سائیں ٹیک لگا کر
بھیجیں گے تفریح کرا کر
حکم کرو تو پان بھی ہو گا
پھولوں کا گلدان بھی ہو گا

آنا پتہ۔ تفریح کی چیز۔

(۵۶)

کہنے کو تو دو ہمسائیاں تیور ایسے تیکھے
جی چاہے تو روز لڑیں پر ایک کو ایک نہ دیکھے
ساتھ رہیں اور ساتھ ہی گھومیں پر آپس میں پردہ
کیا سمجھے نابینا ہوں گی؟ نوج خدا نہ کردہ

آنا پتہ: سب کے پاس

(۵۷)

آنکھ سے اوجھل اِس عالم میں ہے اک ایسا بن دریافت
جس میں لاکھوں پھول اور پودے پر نہیں سرو و سمن دریافت

آتا پتہ: مظاہر قدرت میں ہے، نام موجود

(۵۸)

بیسی تین سے کچھ کم پتّے
درجن بھر سے بڑھتی پھول
کاٹو پیسو، اُتنے کے اُتنے
لیکن بات بڑی معقول

آتا پتہ: تفریح کی چیز

(٥٩)

ایک ہی جیسے دو دِیوے
اور دونوں کی لَو نیچے
سن لی بات تو بُوجھ بتاؤ
مت بیٹھو لب بھینچے

اتا پتہ: سب کے پاس۔

(٦٠)

قد کی ٹِھگنی آنکھ کی کانی
اس پر کیا کیا فیل مچائے
جہاں تہاں لے جائے مجھے
اور رستے بھر سڑّاے

اتا پتہ: گھر کے باہر استعمال کی چیز۔ فیل مچانا = ہنگامہ کرنا۔

(٦١)

وہ جو گواہی دینے اُٹھے
اس کی تو کوئی بات نہ پوچھے
وہ جو رہ جائیں منہ پھیرے
اُن کے لئے تحفے بہتیرے

اتا پتہ ۔ سب کے پاس۔

(٦٢)

کالے پربت سے اک ندّی
اتری لہراتی بل کھاتی
لہریں لے اور نام پہاڑ
بھیّا تاڑ سکے تو تاڑ

اتا پتہ: زیادہ تر عورتوں کے پاس ہے۔

(٦٣)

پتلے سے لب نازک بدن
دیکھت ہی میں بھاری سی ہے
اب اور کیا دوں میں پتہ
بس کہہ دیا پیاری سی ہے

آتا پتہ: ایک برتن۔ نام کا اشارہ موجود۔

(٦٤)

جو حاصل ہیں مقسوم تھا میرا تیرا
تو صورت یہ اس کی کہ پیسا بکھیرا

تا پتہ: تفریح کی چیز۔

(۶۵)

لاکھ وہ لکھتڑ کر بن کر آئے
میرے قلم کی بات نہ پائے
میرا لکھا پتھر کی لکیر
اُس کا لکھا یوں مٹ جائے

آتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۶۶)

خوشخط لکھنا اِس سے مشکل
اَور ہیں لکھنے والے
اِس کا کام تو ہے بس چلنا
ہاں اِس نے خط ڈالے

آتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۶۷)

وہ تو بیٹھی سرمہ کھائے
بات تو اس سے کیا بن آئے
چپکی بے بس سر کو جھکائے
جو چاہو سو لکھتی جائے.

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۶۸)

دُبلی پتلی گِھسی گِھسائی
اس سے کیا کوئی کام بن آئے
کرنا ہو گٹھ جوڑ جو مجھ سے
پہلے اپنا منہ بنوائے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۶۹)

دو بہنیں اِک گول مٹول سی اِک لمبی اور گوری
اِس میں تو نرمی ہی پائی اُس میں شورا شوری
ہاں ہاں آپ بڑے بُجھوّیا پھر کیوں سٹّی بھولی
تھوڑا سا گر دھیان کرو تو بات بہت معمولی

اتا پتہ: کھانے میں ہے۔ نام موجود

(۷۰)

آدھی رات کو آیا بڈھا اگلی رات سدھارا
کے دن میں اب آئے گا بولو تم جیتے میں ہارا

اتا پتہ: ایک تصور جس سے دنیا کے کام چلتے ہیں۔

(۷۱)

دن فرمائیں آپ تو دن ہے رات کہیں تو رات
یوں بھی سچّی یوں بھی سچّی آپ کے منہ کی بات

اتا پتہ: خیال سے تعلق۔

(۷۲)

جو کھائے گا، پچھتائے گا حکم تو ہے یہی آیا
جس نے یہ نہیں کھایا سچ مچ اُس نے کچھ نہیں کھایا

اتا پتہ: افعال و اعمال میں ہے۔

(۷۳)

اک چوٹی پر بارہ شیر
پھول نہ پات اور شاخیں ڈھیر۔

اتا پتہ: حیوانات میں۔

(۷۴)

تھریں اور چَھد بیٹ میں
یا ساہوکار کے پیٹ میں

اتا پتہ: حیوانات میں پہیلی میں نام کا اشارہ موجود ہے۔

(۷۵)

لاکھ جتائے خیر سگالی
پاس آئے تو دوں میں گالی
اُس سے آنکھ ملاؤں خاک
جب بھول ایسی دہشتناک

اتا پتہ: حیوانات میں۔ نام موجود

(۷۶)

وہ تو ظالم ہوئی رفو چکّر
خوں کی تہمت لگا کے بعضوں پر
بلکہ مٹھی بھی بعض کی بھر دی
میں نے لو شرحِ نام بھی کر دی

اتا پتہ: نباتات میں سے ہے۔ نام موجود

(۷۷)

کچّی کلی اک، جانگھیے ساتھ
کھولے ہونٹ گلابی سا
کیا سمجھے، سردارن ہو گی؟
نام تو کچھ پنجابی سا

اتا پتہ: نباتات میں سے ہے۔

۷۸

ے بازار سے گھر میں ڈالی
وہ بھی کہلائے گھر والی

اتا پتہ : برتنے میں

۷۹

سوچیں آپ لگا کر ٹیک
چوپایوں میں یہ بھی ایک

اتا پتہ : خانگی سامان میں

۸۰

عبث کون اس کے آگے دھُن بجائے
وہ گانا سننے والی ہے نہ گائے
نہ پوچھو کس کی ہے وہ اور کہاں کی
کسی کی ہو نہیں اللہ میاں کی

اتا پتہ : چوپایوں میں

(۸۱)

ستم جو وہ دیتا تھا چنانچہ
مارے منہ پر خوب طمانچے

اتا پتہ : فن کاروں کے کام کی چیز

(۸۲)

نام کو دوارا کھولنے والی
بیچ سبھا پٹ جائے بچاری
کوئی گرجے کوئی گائے
اور یہ جب تب پٹتی جائے

اتا پتہ : ایک طریق اظہار

(۸۳)

میں تو ہوئی پیر یہ رہی صغیر
میری ہی ہمسن کہلائے مگر کم سن

اتا پتہ : ایک زیور

(۸۴)

در پہ لگے تو دکھائی پڑے
منہ پہ لگے تو سجھائی نہ دے
دم سادھے کیوں بیٹھو یارو
ہمت ہو تو کھول اتارو

اتا پتہ : حفاظت کی چیز

(۸۵)

کھانے کی تو چیز نہیں ہے کچھ کہتے ہیں چبائی
سینت کے رکھنا کام کی شے ہے گم مت کرنا بھائی

اتا پتہ : حفاظت کے کام کی۔

(۸۶)

نعمت جو پائی اس میں تھی پوشیدہ کوفت بھی
ہے یاں مگر سفیدی سیاہی ملی جلی
غم کے سوا بھی کچھ تھا نہ کہیئے کہ غم ہی تھا
شب کے سوا بھی کچھ تھا نہ کہیئے کہ شب ہی تھی

اتا پتہ : ایک لذیذ کھانے کا نام

(۸۷)

گرمیوں میں اِدھر اُدھر، جاڑوں میں پہاڑ پر
اوڑھے لپیٹے
خود کو سمیٹے
ذرا باہر آئی اور پسینے میں نہائی

اتا پتہ: کھانے میں بھی پینے میں بھی۔

(۸۸)

سیر کسی کو دینا ہو تو یہ لادے دو سیر
یہ نہ کرے تو نیائے کے بدلے لوگ کہیں اندھیر
اپنا بھی اور دوسرے کا بھی بوجھ ہے اس پر دونا
چاہو تو انصاف کرے گی، بس پلّہ مت چھونا

آتا پتہ : برتنے کی چیز

(۸۹)

اک نٹ بیچ ادھر میں لٹکا نام کی اس کے یہ تعبیر
بٹیا سے جوں پاؤں الگ یا جوں عاشق کے دل میں تیر
ہندسوں کے چکر میں ہو یا لو ابجد سے کام
ساری رقمیں جوڑ چکو تو پاؤ اور اک نام

آتا پتہ : برتنے کی عام شے
(بٹیا = پگ ڈنڈی)

(۹۰)

فتحیاب؟ جی نہیں، فتح کُن؟ جی ضرور
کارداں؟ جی نہیں کارکن؟ جی ضرور

اتا پتہ: نام موجود

(۹۱)

پوسا نہ پالا، بن گئی خالہ
خالہ بھانجے کو کھلاؤ۔ بولی ہوش میں آؤ

اتا پتہ: ایک حیوان

(۹۲)

نام تو ایک ہی دونوں کا ہے دونوں الگ ہیں کیجیے بغور
باہر گونجنے والی اور ہے اندر گھومنے والی اور
اک وہ جو ہاتھوں سے نکلے اور پھر ہاتھ نہ آئے
دوسری ایسا کام کرے جو اور نہ کرنے پائے

اتا پتہ: حفاظت کے لئے کار آمد چیز

(۹۳)

اک قلعے میں ایک سپاہی پورا نہیں سمائے
سر بھی باہر پاؤں بھی باہر دھڑ اندر رہ جائے

اتا پتہ: ایک لباس

(۹۴)

ایک ہاتھ سے دانہ ڈالوں دوسرے ہاتھ سے پکڑوں
میرے ہلائے وہ نہ ہلے پر میں بھی چکّر دوں
سنگ سنگ نہ گھوموں اس کے، کھونٹے باندھ رکھوں

آتا پتہ: گھریلو استعمال کی چیز خصوصاً دیہات میں۔

(۹۵)

ہاں وہ اوندھا اُو بڑ کھابڑ
بالکل پھونس اور پیٹھ میں کُوبڑ
ہیں تو واری اس کی چھب پر
جس کا سایہ مجھ پر سب پر

آتا پتہ: نام کا اشارہ موجود (اوبڑ کھابڑ = بے ڈھنگا)

(۹۶)

دہقان سے رچ لئے پیار شاہ سے کہے خبردار !
یہ اس کے ساتھ رہے وہ اس سے بچتا پھرے

اتا پتہ : زمین پر بھی زبان پر بھی

(۹۷)

ایک میدان میں لڑتے دیکھے لکڑی باز کرارے
لیکن جھپکیں بھڑ جائیں پر ایک کو ایک نہ مارے
بال نہ بیکا ہونے دیں پر تیز تماز بلا کی
لڑنے والے انے گنے اور جان لڑی صدہا کی

اتا پتہ : تصریحات میں ہے نام موجود

(۹۸)

بے دیوار کا اک دروازہ جس پر ہر کوئی دھاوے
ہر دم اک ریلا سا آوے، ہر دم لوٹ کے جاوے
دیکھنے میں چوکھونٹا پر چوکھونٹا نہیں کہاوے

اتا پتہ: تفریحات سے تعلق (دھاوے =
حملہ کرے، کہاوے = کہلاوے)

۹۹

ڈبکی کھا کر آئی نکل
دیکھ کے نیت جائے پھسل
دیکھنے میں تو پھول نہ پھل
کہنے کو اک پھول اک پھل

اتا پتہ: ایک مٹھائی۔

١٠٠

نیچا دامن اور بے چولی
اغل بغل لٹکائے جھولی
دیکھنے میں وہی وضع پرانی
اور سننے میں باگھ کی وانی

آتا پتہ: ایک لباس، واَنی = بولی

١٠١

بھائی کے آگے روٹی
یا پونی یا موٹی
آخر کو رکھئے اوّل
اور کیجئے سر پھٹوّل

اتا پتہ: ایک میوہ

تشریحات

پہیلیوں کی بوجھ اور اس کی وضاحت

سلسلہ وار حسبِ شمار

(۱) کتاب ۔ کوئی پڑھ رہا ہو تو شور نہیں کرتے ۔

(۲) چھڑی، جس کے ایک معنی ”اکیلی“ کے بھی ہیں اور بوڑھے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے ”پیر کی چیلی“

(۳) ہاتھی، جسے اکثر لوگ نہیں دیکھتے لیکن اس کی شبیہ اکثر دکھائی دیتی ہے۔ دو ڈھالیں کان ڈھال کے تو مشابہ ہوتے ہیں۔ تلواریں دانت

دو نالی تلفظ (دنالی) سونڈ ۔

(۴) سر، بال، ٹوپی (ناؤ کی طرح الٹی)

(۵) پلیٹ ۔ " پلیٹ " میں نام کا اشارہ تھا ۔ بغیر دُھلی پلیٹ جھوٹی کہلاتی ہے ۔

(۶) ہار ۔ پہیلی میں موجود ہے ۔

(۷) نیم ۔ آدھا کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ جیسے نیم حکیم " اپنی بولی " میں بنولی بھی موجود ہے ۔

(۸) دیاسلائی ۔ جلدی نہ بجھاؤ تو پھیلے " اُف " بجھانے کے لئے کی جاتی ہے ۔

(۹) آرا اور آراکش ۔ دو آراکش اِدھر اُدھر بیٹھ کر لکڑی کا لٹھا چیرتے ہیں ۔

(۱۰) آئینہ ۔ نام پہیلی میں موجود ہے ۔

(۱۱) کسیرو۔ چھوٹا سا پھل جس پر بال سے ہوتے ہیں اور چھیلنے پر اولا سا نکل آتا ہے۔

(۱۲) بندر۔ "کچھ اور گئے بن دراصل" میں نام پوشیدہ ہے۔

(۱۳) کیلا پہیلی میں نام موجود ہے کیلوں کے خوشے کو "گَیل" کہتے ہیں۔ اور گَیل میں رکھنا کے معنی ساتھ رکھنے کے بھی ہیں (دیہاتی بولی)

(۴) چاقو جس کے دستے میں اس کا "پھل" لگا ہوتا ہے۔

(۱۵) قینچی، جس کی شکل دو جُڑی ہوئی تلواروں کی سی ہوتی ہے۔

(۱۶) کلائی کی گھڑی۔ رات کو بارہ بجے دونوں سوئیاں مل جاتی ہیں۔ گھڑی کی آواز صرف کان میں سنی جا سکتی ہے (سرگوشی)۔

(۱۷) پیالی۔ اس کے کُنڈے کو کان سے تشبیہ دی ہے۔

(۱۸) تکیہ۔ پہلے مصرعے کے پہلے الفاظ میں نام پوشیدہ ہے۔

(۱۹) کتاب۔ رحمت تجھ پر۔ تحسین کے لئے آتا ہے اور حیرت کے لئے بھی۔

(۲۰) انگلیاں۔ چمچے کے بغیر کھیر کھانے میں بیچ کی اور کلمے کی انگلی ہی کام آتی ہے دوسری دو مڑی رہتی ہیں۔

(۲۱) گلدان۔ پیوٹ پھول ہوئے۔ مینا گلدان۔

(۲۲) قلم۔ چلتا ہے مگر ایک ٹانگ سے اور کاغذ پر نشان چھوڑتا جاتا ہے۔ پانی پینے سے مراد سیاہی کا ڈوبا لینا۔ مگر اب اور طرح کے قلم نکل آئے ہیں۔ وہ بات پرانی ہو گئی۔

(۲۳) قفل۔ اس کی "نار" کنجی جس کی رکھوالی ضروری ہے۔

(۲۴) چاند۔ بارات ستارے ہوئے۔ پہلی رات کو چاند غائب ہو جاتا ہے۔

(۲۵) ہوا۔ ناک میں دم لفظی معنی میں ہوا ہی سے ہوتا ہے۔ سماں

یہ باندھا گیا ہے کہ گویا شہر میں ایک تو افواہیں بہت اڑتی ہیں دوسرے ہوا کھانے کو نہیں ملتی، مگر دوہرے معنی نکلتے ہیں۔

(۲۶) جوتی کی جوڑی۔ کبھی الٹے پاؤں کی جوتی ہوئی، ویسے شکل میں دونوں ایک جیسی۔

(۲۷) پھولوں کا ہار۔ "چکر" میں اشارہ ہے کہ ہار کے بھی دونوں سرے بندھے ہوتے ہیں۔

(۲۸) چوٹی۔ بنگال کے لمبے اور گھنے بال مشہور ہیں۔

(۲۹) چائے دانی، چائے پوچی اوڑھے ہوئے فرغل: روئی کا دگلا۔

(۳۰) سلائی کی مشین۔ "گھر گھر": مشین کی آواز۔

(۳۱) صابن۔ آخری مصرعے میں نام کا اشارہ موجود ہے (موم سابن کر)۔

(۳۲) قینچی۔ خطرناک سمجھی جاتی ہے۔ بچوں کے ہاتھ سے لے لیتے ہیں۔

(۳۳) ہنڈولا۔ جو بیٹھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اوپر سے نیچے
آتے وقت کیا محسوس ہوتا ہے۔

(۳۴) بائیسکل۔ ہاڑ، ڈھانچہ۔ آخری مصرعہ میں غالب کے
مصرعے سے استفادہ کیا ہے:

"ایک چکّر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں"

(۳۵) کنجی۔ ہر کنجی اپنے ہی قفل کے لئے مخصوص ہوتی ہے
(رکھتی ہے بس ساجن ایک)۔

(۳۶) ریل گاڑی۔ اُگلے نِگلے: مسافر اتارے بٹھائے۔

(۳۷) قلم۔ خطرناک ہتھیار بھی ہو سکتا ہے۔ بہترین دوست بھی۔

(۳۸) سموسے۔ جن کی ایک قسم "شکم پور" بھی کہلاتی ہے۔

بٹّہ: سل پر چلتا ہے نام پر لگتا ہے۔ سل دق کی ایک قسم بھی ہے۔

(۴۰) قلم۔ چلتے وقت سر جھکا ہوتا ہے۔

(۴۱) کاگ ۔ ایک معنی کوّا۔ دوسرے ڈاٹ (انگریزی کارک کا موُرَد) بوتل کا منہ بند رکھتا ہے۔ "کاگیان" کے بیچ میں کاگ موجود ہے۔

(۴۲) گلدان ۔ پھولوں کو نِپُتا نِگوڑا کہا ہے۔ جو گلدان میں سج گئے تو اُن کے بیج یا بچّے نہیں ہوں گے۔ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ کر رکھ دو یعنی ٹوٹے ہوئے پھولوں کو آپس میں جوڑ کر یا ملا کر۔

(۴۳) نیم "۔ مَیں" کو الٹو تو نیم ہو گا "بول نبولوں" میں نبولی کا اشارہ موجود ہے۔

(۴۴) کنجی۔ اکثر حفاظت سے رکھی جاتی ہے اور جب تک اس کا کان نہ مروڑیں قفل نہیں کھولتی۔

(۴۵) بائیسکل، جسے سَیکل بھی کہتے ہیں "(اُسے کل" میں نام پوشیدہ

ہے۔ کَل کے بھی دو مفہوم ہیں۔ ایک آرام دوسرے جَنتر۔

(۴۶) دیاسلائی کی لَو اِدھر اُدھر ہلتی ہے۔ ٹھہری نہیں ہوتی۔

(۴۷) ناریل۔ نار = عورت، یل = پہلوان۔ دونوں لفظ ہم پہلو۔

(۴۸) چھت کا پنکھا جس کے تین پنکھ ہوتے ہیں۔

(۴۹) نیم۔ جس کی پتیاں آریاں سی لگتی ہیں (دندانے دار) گرم دوپہر
کو نیم کے سائے میں نیند اچھی آتی ہے۔

(۵۰) انگور۔ بھرتے ہوئے زخم کو انگور کہتے ہیں۔ "اورنگ"
کے حروف کی ترتیب بدلیں تو اِنگور بن جاتا ہے۔

(۵۱) سِنگھاڑا جس کی بیل پانی پر پھیلتی ہے۔ سِنگھ = شیر۔ آڑا = ترچھا۔

(۵۲) کینو۔ پنجابی میں "کینوں" کے معنی "کس کو" اِسی سے فائدہ
اٹھایا ہے۔

(۵۳) پوری۔ اِسم کے طور پر کھانے کی تلی ہوئی چیز۔ صفت

کے طور پر "کمل"۔ "چھلے" اور "گول کرو" میں بھی رعایت ہے۔

(۵۴) بٹوہ - جو بعض لوگ ساتھ رکھتے ہیں اور اس میں تمباکو جو زہریلی چیز ہے۔

(۵۵) تاش کی گڈی - پہلے مصرعے میں "اینٹ - تیسرے چوتھے مصرعے میں حکم پان اور پھول موجود ہیں۔ یعنی چاروں قسم کے تاش کے پتے۔

(۵۶) آنکھیں، روز لڑیں: آنکھیں لڑانا یا آنکھوں کا لڑانا بندھے ہوئے محاورے ہیں۔

(۵۷) سمندر "سمن دریافت" میں نام چھپا ہے۔

(۵۸) "تاش کی گڈی" جسے کاٹا پیسا جاتا ہے۔ باون پتے جن میں ۱۳ پھول کے پتے ہوتے ہیں۔

(۵۹) کان - کانوں کی "لو" نیچے کی طرف ہوتی ہے۔

(۶۰) موٹر سائیکل۔ آنکھ کی کانی یا موٹر کے برخلاف صرف ایک لائٹ۔

(۶۱) شہادت کی انگلی۔ جو تشہد پڑھتے وقت اٹھ جاتی ہے اور دوسری انگلیاں رخ دوسری طرف کرلیتی ہیں۔ مگر انگوٹھی چھلّے انہی کے لئے مخصوص ہیں۔

(۶۲) چوٹی۔ چوٹی دراصل پہاڑ کی ہوتی ہے اور بالوں کی چوٹی کو بھی کہتے ہیں۔

(۶۳) پیالی۔ یہ لفظ پیاری سے ملتا جلتا ہے اس لئے پیاری ہی کہا گیا۔

(۶۴) تاش۔ مقسوم جو تقسیم کے بعد ملے۔ پھینٹا کے معنی کارڈ پھینٹنا اور پھر تقسیم کرنا یعنی بکھیرنا۔

(۶۵) پنسل۔ یوں مٹ جائے یعنی چٹکی بجاتے ربڑ سے مٹ جائے۔ میرا لکھا سے مراد تصنیف۔

(۶۶) پنسل۔ اس سے خوشخطی کرنا مشکل ہے؛ خط ڈالنے یعنی سطریں کھینچنے کے لئے موزوں ہے۔

(۶۷) پنسل۔ سرمہ کھانے سے آواز بیٹھ جاتی ہے اور پنسل میں سرمہ ہوتا ہے۔

(۶۸) پنسل۔ دبلی بھی ہوتی ہے۔ سوکھی بھی (بے سیاہی کے) اور جلد گھس گھسا جاتی ہے پھر جب تک منہ اس کا دوبارہ نہ بناؤ کام نہیں دے سکتی۔

(۶۹) مولی۔ جس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک چھوٹی، ایک لمبی اور سفید۔ لفظ معمولی میں نام پوشیدہ ہے۔

(۷۰) پیر کا دن۔ نیا دن بارہ بجے سے شمار ہوتا ہے۔ پیر = بڈھا۔

(۷۱) جمعرات کا دن

(۷۲) روزہ۔ روزہ کھانا عام محاورہ ہے۔ جو روزہ نہیں کھاتا

وہ واقعی کچھ نہیں کھاتا۔ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے۔

(٧٣) بارہ سنگھا۔ سنگھ کے معنی شیر اور یہ سینگ کا مخفف بھی ہے، جس کا دوسرا نام شاخ ہے۔ جیسے شاخ آہو۔ ہرن کا سینگ

(٧٤) ہرن جس کا دوسرا نام آہو ہے اور ساہوکار کے اندر چھپا ہوا ہے۔ تھر اور چھدبیٹ۔ صحرائی علاقے ہیں۔

(٧٥) کتا۔ اس کا دوسرا نام "سگ" "خیر سگالی" میں چھپا ہوا ہے۔ بھوں سے یہاں بھونکنے کی آواز مراد ہے نہ کہ ابرو۔

(٧٦) شُترج نام" میں "خنا" موجود ہے

(٧٧) کچنال۔ پنجابی میں کچھ نال: جانگھیے کے ساتھ

(٧٨) استری۔ دوسرے معنی عورت یا بیوی۔

(٧٩) کرسی۔ اسکی صحیح تعریف یہی ہے کہ ٹیک لگا کر بیٹھ سکتے ہیں اور چار ٹانگوں کی ہوتی ہے۔

(٨٠) بھینس۔ پہلے مصرع میں ایک مثل کی طرف تلمیح ہے کہ بھینس کے آگے بین بجانا عبث ہے۔ دوسرے مصرع میں یہ اشارہ کہ "گائے" سے مختلف ہے۔ چوتھے مصرع میں یہ وضاحت کہ بھینس ہے مگر اللہ میاں کی بھینس نہیں جو حشرات الارض میں سے ہے۔

(۸۱) طبلہ: جس پر سم کے لئے کھلے ہاتھ کی ضرب لگاتے ہیں۔

(۸۲) تالی: ایک معنی کنجی (دروازہ کھولنے والی) دوسرے وہ تالی جو محفل میں دونوں ہاتھوں سے پٹتی ہے۔

(۸۳) بالی: ایک معنی کمسن۔ دوسرے کان کا زیور۔

(۸۴) قفل: منہ پر قفل = زبان بندی۔

(۸۵) کنجی: بندی میں تالی جو بجائی بھی جاتی ہے۔ پرتگالی لفظ چابی "جو چابی" کا ہم معنی ہے (پرتگالی chavi اردو میں چابی ہو گیا۔)

(۸۶) شب دیگ: جس میں کوفتے اور شلغم ہوتے ہیں۔ کوفتے میں "کوفت" شامل، شلغم میں غم اور "شب دیگ" میں شب کے سوا بھی کچھ ہے۔

(۸۷) برف: گرمیوں میں ہر کہیں، جاڑوں میں پہاڑ پر۔

پگھلنے سے بچانے کے لئے لپیٹ کر رکھی جاتی ہے۔

(۸۸) ترازو: سیر بھر تولنا ہو تو اپنے اوپر باٹ سمیت دو سیر بوجھ لادے گی۔ پلّہ چھونے سے تول بگڑ جائیگی۔

(۸۹) ترازو: بٹیا = پگ ڈنڈی۔ اس میں سے پگ (پاؤں) الگ کر دیں تو ڈنڈی رہا جو ہندی میں ترازو کا نام ہے۔ دل میں تیر آر پار ہو تو اس کو "ترازو" ہونا کہتے ہیں۔ میزان بھی ترازو کا ایک نام ہے۔ جو ساری رقم جوڑنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح اس پہیلی میں تینوں نام آگئے ہیں۔

(۹۰) کنجی: دونوں مصرعوں میں نام ہے۔ فتح کرنا کھولنا (عربی مفتاح = کنجی۔)

(۹۱) بلّی: جو شیر کی خالہ کہلاتی ہے "ہوش میں آؤ" بلّی کی

کی آواز کی نقل ۔

(۹۲) کُنجی جس کا دوسرا نام تالی ہے اور اُس تالی سے مختلف جو ہاتھوں سے نکلتی ہے ہر کنجی وہ کام کرتی ہے جو دوسری کنجی نہیں کرسکتی ۔

(۹۳) کوٹ : قلعہ کو بھی کہتے ہیں

(۹۴) چکّی : ایک ہاتھ سے دانہ ڈالتے ہیں دوسرے سے کھونٹا پکڑ کر گھماتے ہیں "سنگ سنگ" گھوموں میں بھی ۔ دوہرا اشارہ ہے ۔

(۹۵) چھپّر ۔ پھونس کا بنا اور بیچ میں کوبڑ (کُب) "چھب پر" میں نام کا اشارہ تھا ۔

(۹۶) کشِت ۔ بمعنی کھیتی ، نیز شہ جو شطرنج میں بادشاہ پر پڑے ۔ جب بادشاہ کسی مہرے کی زد میں آئے تو زبان سے بھی کشت یا شہ کہتے ہیں یعنی خبردار !

(۹۷) ہاکی ۔

(۹۸) گول ہاکی یا فٹ بال کا ۔ جو چھوٹا سا مگر نام گول

(۹۹) گلاب جامن ۔ گلاب پھول، جامن پھل

(۱۰۰) شیر دانی ۔ باگھ = شیر

(۱۰۱) اخروٹ ۔ اخ ۔ بھائی، روٹ = موٹی روٹی
یا لفظ روٹی کا پونا حصہ ۔ اخروٹ کے شروع
میں اَخ رہے یعنی آخر ۔

نذرِ خسرو

پہیلیاں، کہہ مکرنیاں

شان الحق حقی